یسرا راحت

ریسرچ اسکالر برکت اللہ یونیورسٹی بھوپال ایم پی، انڈیا

پروفیسر ڈاکٹر رام پرکاش

شعبہ اردو یونیورسٹی آف حیدر آباد انڈیا

فنِ ترجمہ سازی میں فورٹ ولیم کالج اور دہلی کالج کی خدمات

Yusra Rahat

Research scholar Barkatullah university bhopal M.P.India

Prof. Dr. Ram Prakash

Department of Urdu University of Hyderabad India

Services of Fort William College and Delhi College in the field of translation

Fort William College was the training centre for English Officers that was established to teach them native language. This institution also had tremendous services in promoting Urdu language. In this thesis the books of the authors of Fort William College will be analysed critically. The books on linguistics, narrative literature, narration, religion and on morality are specifically included. The focus in these books is particularly on the use of simple diction. These books are also very useful manuscripts for the storage of different words.In colonial India the colonial powers did several reforms for winning the sympathy of the Indians. The only aim behind these reforms was strengthening their political monopoly and sovereignty. The main and important one among these reforms was establishment of educational institutions. From the platform of these institutions. They did a lot in the field of translations of various books to ensure the Indians that how sincere they are to them. In this scenario Delhi College was the prominent institute, which is redefined by colonial powers for achieving their goals. Several books were translated in this institute. These books were having literary, philosophical, historical, medical and of several other themes. It is a fact that these translations gave a lot to the Indians and they stepped forward towards education. This article shed light on the goals and objectives in view of the books translated in Fort William College and Delhi College.

ترجمہ ایک فن ہے، ایک ہنر ہے، اس فن میں ایک زبان کے متن کو دوسری زبان کے متن میں Convert کیا جاتا ہے۔اسی لئے ترجمہ نگار کو دو زبانوں کا علم ہونا ضروری ہے۔ دو زبانوں سے واقفیت اور دونوں زبانوں پر ترجمہ نگار کو عبور حاصل ہونا چاہیے۔ بقول قمر رئیس:

"زبانوں کے درمیان فرق کو مٹانے میں ترجمہ نے جو اہم رول ادا کیا ہے، انسانی تہذیب کا ہر ورق اس کا گواہ ہے۔ انسانی علوم کو فروغ دینے میں جہاں اور بہت سے اسباب اور عوامل رہے ہیں وہاں ترجمہ بھی ایک محرک کا رول ادا کرتا رہا ہے"۔(1)

مترجم کو دو زبانوں اور دو قوموں کے درمیان لسانی اور ثقافتی سفیر کہا گیا ہے۔ کسی بھی زبان کی تصنیف کو کامیابی سے اپنی زبان میں منتقل کرنے کے لئے چند اہم اور ضروری شرائط ہیں، جن سے واقفیت ضروری ہے۔ مترجم کو اصل تصنیف کی زبان اس کے ادب اور اس کی قومی تہذیب سے واقفیت کے ساتھ ساتھ دلچسپی رکھنا ضروری ہے۔اپنی زبان پر اس کو قدرت اور نئے خیالات کے اظہار کے لئے نئے الفاظ، ترکیبیں اور اصطلاحیں Create کرنے کی صلاحیت ہو۔ مترجم کو تصنیف کی زبان سے گہری واقفیت کے ساتھ ساتھ اس کی باریکیوں کا بھی علم ہونا ضروری ہے۔اصل تصنیف جس عہد سے تعلق رکھتی ہے اس عہد کی زندگی، زبان اور اس موضوع کی اہم تفصیلات سے مترجم واقف ہو۔ شرط یہ ہے کہ مترجم میں ادبیترجمے کی صلاحیت، دلچسپی اور شوق ہو۔ اگر یہ خوبی نہیں ہے تو دوسری تمام شرائط کی تکمیل بھی کامیاب ترجمے کی ضمانت نہیں ہو سکتی۔

ترجمہ کی اہمیت کے سلسلے میں ڈاکٹر ظ انصاری کہتے ہیں:

"ترجمے ہی کے ذریعے ایک مخصوص ملک، ایک جغرافیائی علاقے اور خاص قوم کی تحقیقات اس کے علوم وفنون، تمام انسانیت کی ملکیت بنتے ہیں"۔(2)

ترجمے کی اہمیت قدیم زمانے سے لے کر دور حاضر تک قائم ہے۔ ترجمہ کے ذریعے ذہنی نشو و نما ہوتی ہے اور علمی آگہی حاصل ہوتی ہے۔اور مختلف اقوام کی تہذیبوں سے بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کے ہر سفارتخانے میں مترجم رکھے جاتے ہیں۔ جن ترجمہ نگاروں کو ہر دو زبانوں پر قدرت حاصل ہوتی ہے، جن کی زبان ہیں فصاحت و بلاغت ہوتی ہے اور جن کی تحریر میں شائستگی اور روانی بھی ہوتی ہے وہ کامیاب مترجم ہوتے ہیں۔آج کے دور میں ترجمے کی بڑی اہمیت ہے۔ حکمراں، سیاستداں، مذہبی اور اصطلاحی رہنما بغیر مترجم کی مدد کے اپنی بات نہ تو دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں، نہ ہی دوسروں کی بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ مترجم کے بغیر ان کا کام نہیں چلتا۔

اردو ادب میں تراجم کی روایت زیادہ قدیم نہیں ہے اس حوالے سے سب سے پہلے ہماری نگاہ فورٹ ولیم کالج پر جاتی ہے جسے انگریزوں نے اسی مقصد کے حصول کے لیے تعمیر کیا تھا وہ مقاصد جلد حاصل کر لیے گئے اب انگریزی تسلط کی بنیادیں مستحکم ہوتی جارہی تھیں۔ بدلتے ہوئے سیاسی حالات کے تحت نئے تقاضے جنم لے رہے تھے جن کو پورا کرنے کے لیے دلی کالج قائم کیا گیا۔ یہ دراصل مدرسہ غازی الدین کی توسیعی شکل تھا۔ یہ کالج ۱۸۲۵ء میں اجمیری

دروازے کے باہر اس عمارت میں قائم ہوا جہاں ۱۷۱۰ء سے ۱۸۲۴ء تک مشرقی انداز کی ایک روایتی درس گاہ "مدرسہ غازی الدین" قدیم طرز کی تعلیم میں مشغول رہی۔ اسے نواب غازی الدین فیروز جنگ اوّل صوبہ دار گجرات کے نام پر قائم کیا گیا تھا۔ ملک میں ابتری پھیلی تو مدرسہ غازی الدین بھی اس سے متاثر ہوا۔ مالی حالت خراب سے خراب تر ہوتی چلی گئی اور طلبا کی تعداد کم ہوتے ہوتے ۱۸۲۳ء میں صرف نو رہ گئی۔

مختلف عہد میں اردو تراجم کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ دکن میں ملا وجہی کی " سب رس " کے بعد نثری تصانیف کا سلسلہ جاری رہا۔ پنڈت وشنو شرما "پنچ تنتر" (بچوں کی مشہور کہانیاں) سب سے پہلے ایران میں پہلوی زبان میں منتقل ہوا۔ آج دنیا کی ہر زبان میں یہ کہانیاں موجود ہیں۔

ہندوستان میں مغلیہ دور میں فن ترجمہ نگاری کو بہت فروغ ملا۔ عہد اکبری میں فلسفہ، شاعری، ریاضی، Algebra وغیرہ کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ ملا عبد القادر بدایونی نے 1574ء " سنگھاسن بتیسی" کا ترجمہ "میر افروز" کے نام سے کیا۔

ترجمہ نگاری میں فورٹ ولیم کالج اور دہلی کالج کی خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ 4 مئی 1800 کو فورٹ ولیم کالج Calcutta (کلکتہ) میں قائم کیا گیا اور ڈاکٹر جان گلگرسٹ ہندوستانی زبان کے صدر شعبہ منتخب ہوئے۔ اس کالج کے ماتحت جو علمی و ادبی تخلیقات ہوئیں جہاں وہ ایک طرف علمی و ادبی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں تو دوسری طرف ان کی اہمیت و افادیت اس بناء پر بھی ہے کہ ان تخلیقات نے اردو زبان و ادب کے مستقبل کی تعمیر و تشکیل میں بڑا حصہ لیا۔ خصوصاً ان تخلیقات نے اردو نثر اور روش کو ایک نئی راہ پر ڈالا۔ ورٹ ولیم کالج صرف ایک تعلیمی ادارہ نہ تھا بلکہ یہ کالج اس زمانے میں تصنیف و تالیف کا بھی بڑا مرکز تھا۔ اس کالج کے اساتذہ اور منشی صاحبان طلباء کو پڑھانے کے علاوہ کتابیں بھی لکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس کالج میں لغت، تاریخ، اخلاقی، مذہبی اور قصوں کہانیوں کی کتابیں بڑی تعداد میں لکھی گئیں۔ مصنفین کی حوصلہ افزائی کے لیے منظور شدہ کتابوں پر

انعام بھی دیا جاتا تھا۔ کالج کے قیام کے ابتدائی چار سالوں میں 23 کتابیں لکھی گئیں۔
فورٹ ولیم کالج کے قیام سے قبل اردو زبان کا نثری ذخیرہ بہت محدود تھا۔ اردو نثر میں جو چند کتابیں لکھی گئی تھیں ان کی زبان مشکل، ثقیل اور بوجھل تھی۔ رشتہ معنی کی تلاش جوئے شیر لانے سے کسی طرح کم نہ تھی۔ فارسی اثرات کے زیر اثر اسلوب نگارش تکلف اور تصنع سے بھرپور تھا۔ ہر لکھنے والا اپنی قابلیت جتانے اور اپنے علم و فضل کے اظہار کے لیے موٹے موٹے اور مشکل الفاظ ڈھونڈ کر لاتا تھا۔ لیکن فورٹ کالج کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ اس نے اردو نثر کو اس پر تکلف انداز تحریر کے خارزار سے نکالنے کی کامیاب کوشش کی۔ سادگی، روانی، بول چال اور انداز، معاشرے کی عکاسی وغیرہ اس کالج کے مصنفین کی تحریروں کا نمایاں وصف ہے۔
فورٹ ولیم کالج کی بدولت تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ ترجمے کی اہمیت بھی واضح ہوئی۔ منظم طور پر ترجموں کی مساعی سے اردو نثر میں ترجموں کی روایت کا آغاز ہوا اور انیسویں اور بیسویں صدی میں اردو نثر میں ترجمہ کرنے کی جتنی تحریکیں شروع ہوئیں ان کے پس پردہ فورٹ ولیم کا اثر کار فرما رہا۔ فورٹ ولیم کالج کی بدولت تصنیف و تالیف کے کام میں موضوع کی افادیت اور اہمیت کے علاوہ اسلوب بیان کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی۔ یہ محسوس کیا گیا جس قدر موضوع اہمیت کا حامل ہے اسی قدر اسلوب بیان، اسلوب بیان کی سادگی، سلاست اور زبان کا اردو روزمرہ کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ تاکہ قاری بات کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مطالب کو سادہ، آسان اور عام فہم زبان میں بیان کیا جائے۔
فورٹ ولیم کالج کے مصنفین کی مساعی کی بدولت اردو زبان بھی ایک بلند سطح پر پہنچی۔ فورٹ ولیم کالج کی اردو تصانیف سے قبل اردو زبان یا تو پر تکلف داستان سرائی تک محدود تھی یا پھر اسے مذہبی اور اخلاقی تبلیغ کی زبان تصور کیا جاتا تھا۔ لیکن فورٹ ولیم کالج میں لکھی جانے والی کتابوں نے یہ ثابت کر دیا کہ اردو زبان میں اتنی وسعت اور صلاحیت ہے کہ اس میں تاریخ، جغرافیہ، سائنس، داستان، تذکرے، غرض کہ ہر موضوع اور مضمون کو آسانی سے بیان کیے جا سکتا ہے۔
فورٹ ولیم کالج کی کتابوں میں میر امن کی'' باغ و بہار'' حیدر بخش حیدری کی'' آرائش محفل'' مرزا علی لطف کی''تذکرہ گلشن ہند'' مرزا کاظم علی کا ڈرامہ ''شکنتلا''اور للولال کی سنگھاسن بتیسی'' کو مقبولیت حاصل ہوئی۔
فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات کا اعتراف مولوی عبدالحق نے یوں کیا ہے:

''جو احسان ولی نے اردو شاعری پر کیا ہے، وہی احسان گلگرسٹ نے اردو نثر پر کیا ہے'' ۔(3)

باغ و بہار میر امن اصلی نام میر امان اللہ کی طبع زاد تصنیف نہیں۔ بلکہ یتسین کی نو مرتح سے ماخوذ ہے جو فاری قصہ چہار درویش کا آزاد ترجمہ ہے۔ میر امن نے ڈاکٹر گلکرائسٹ کی فرمائش پر قصہ چہار درد لیش کو سادہ اور سلیس اردو میں لکھا۔

باغ و بہار ایک داستان ہے اور اس میں داستان کی اچھائیاں اور خرابیاں موجود ہیں وہی عام داستانوں جیسی پراسراریت اور مہم جوئی اس میں بھی پائی جاتی ہے۔ ہیرو جنگل جنگل بھٹکتا اور صحراؤں کی خاک چھانتا ہوا گو ہر مقصود پالینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مافوق الفطرت عناصر اورنی طاقتوں کی کارفرمائی ہیرو کی کمزوریوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ کردار نگاری میں بھی وہی مثالیت پسندی ہے جو عام داستانوں کا خاصہ ہے البتہ نسوانی کرداروں میں کسی قدر زندگی کی حرارت اور نشو و نما کا ثبوت ملتا ہے۔ مرد کرداروں کی طرح عشق و محبت ان کی فطرت میں بھی داخل ہے اور جنس ان کی سب سے بڑی کمزوری ہے لیکن یا پنی محبت میں انتہا پسند نہیں ہیں۔ وہ اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہیں اور جب ان کا نسوانی پندار مجروح ہوتا ہے تو وہ اپنی توہین کا بدلہ بھی لینا چاہتے ہیں۔ بظاہر باغ و بہار وقت گذاری اور دل بہلانے کے لیے لکھی گئی ایک داستان ہے لیکن اسمیں اس عہد کی روح سمٹ آئی ہے

ذکر دنیا کے کسی حصہ کا ہو دہلی کے گلی کوچوں اور جیتے جاگتے انسانوں کی پرچھائیاں موجود رہتی ہیں اس میں جتنے واقعات بیان کئے گئے ہیں یا کرداروں سے جتنی باتیں کہلائی گئی ہیں ان میں۔ دہلوی تہذیب و معاشرت کی گہری چاپ ہے۔ اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے یہ کتاب اپنے عہد کی ایکمعاشرتی دستاویز بن گئی ہے۔

باغ و بہار کی عظمت و مقبولیت کا انحصار اس کے اسلوب نگارش پر ہے۔ اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے وہ زندہ جاوید ہے اور اس کا شمار اردو کی ان کلاسیکی کتابوں میں ہوتا ہے جن سے اردو زبان کو وسیلہ اظہار بنے میں بدلی ہے۔ باغ بیار کی اس خولی کا اعتراف پرانے اور نئے تمام ہی نقادوں نے کیا ہے۔ باغ و بہار کی جو خصوصیت ہمیں سب سے پہلے اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ اس کا عوامی اب و لیے اور ساوگی و سلاست ہے اس کی اہمیت اس وجہ سے اور بڑھ جاتی ہے کہ اس زمانے کے عام مداق میں فارسیت رچی بسی ہوئی تھی اور لوگ کنع اور ملی عبارت تشبیھات داستعارات اور تنگینی کام پر جان دیتے تھے۔ میر امن نے اپنے زمانے کی روایت سے بغاوت کر کے ایسے لب ولہجہ میں اپنی بات کہی جو کسی مخصوص طبقے کے بجائے سکے لئے قابلفمتھااور جس میں پائی جانے والی سلاست، روانی اور جامعیت اردو نثر میں ایک صحت مند اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔ میر امن کے اسلوب کی سادگی کا یکمال ہے کہ اس میں کہیں روکھاپن اور سپاٹ پن پیدا نہیں ہونے پاتا اور اکثر سادگی کے حدود سے نکل کر خوش بیانی کے حدود میں داخل ہو جاتی ہے اور سادگی پرکاری بن جاتی ہے انھیں خوبیوں کی وجہ سے ڈاکٹر احسن فاروقی

نے باغ و بہار کی زبان کو ناول کی زبان سے قریب تر قرار دیا ہے۔روز مرہ اور محاورے کے استعمال میں بھی موقع پل کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ فاری الفاظ کی جبکہ مقامی اور ہندی الفاظ زیادہ استعمال کئے ہیں۔ کہیں کہیں ایسے الفاظ بھی آگئے ہیں جو خالص بول چال کے ہیں۔ عام تحریر میں کتر استعمال ہوتے ہیں تھہاڑ لینا(تلاش کرنا نہرتا (جھکنا) بجد (بند) مذاخ (مذاق) وغیرہ اسی قبیل کے الفاظ میں لیکن یہ الفاظ اتنے فطری انداز میں استعمال ہوئے ہیں کہ ان سے باغ و بہار کے مجموعی حسن و دکشی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ میر امن نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ ان کی زبان کی معصومیت اور فطری پن متاثر نہ ہونے پائے۔اسیطرحجہاں کہیں قافیہ آرائیکیے عبارتمیں شعریت اور دلآویزی پیدا ہوگئیہے۔یہقافیہ آرائیمذاق پر گراں نہیں گزرتی اور نہ ہی اس کی وجہ سے انشاء پردازی و افسانہ وی کی دوسری خصوصیات اس کے بوجھ سے دبنے پاتی ہیں ۔بعض نقادوں نے باغ و بہار میں متروک تصدیق کی ہے اس کتاب مشکل الفاظ اور متروک الفاظ وغیرہ کافی ملتے ہیں۔اس کتاب میں میر امن دہلوی نے مشکل الفاظ وہ بھی عربی و فارسی کے استعمال پر گرفت کی ہے۔املا اور تذ کیر و تانیث کی غلطیوں کی طرف اشارہ کیا ہے اسی طرح جمعرات کی جبکہ جمیرات، مرضع کی جگہ مرسے' نے'' کے بے قاعدہ استعمال اور کر کے کے بجائے کر کر لکھنے کا التزام رکھا ہے۔امراؤں، سلاطینوں اور غربا جیسی خلاف قواعد جمع الجمع بنانے اور گزرانیاں، ہوتیاں کی شکل میں فعل کی جمع استعمال کرنے کی نشاندہی کی ہے۔آج ہمیں یہ الفاظ یقیناً غلط کہتے ہیں لیکن اس زمانے کی بول چال میں یہ الفاظ مروج تھے۔ لہذا ان کے کرداروں کی زبان پر رواں ہونے کی وجہ سے خود انکے نوک قلم تک آگئے ہیں۔

'' باغ و بہار'' کے متعلق سرسید نے فرمایا تھا:

''میر امن کو اردو نثر میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو میر تقی میر کو اردو شاعری میں حاصل ہے''۔(4)

اس ادارے نے 30 سال کے عرصے میں جہاں ایک طرف انگریزوں کی تعلیم و تربیت کی خدمات انجام دیں، وہیں دوسری طرف غیر ارادی طور پر برطانوی ہند میں نثری ادب کی بنیادیں استوار کرنے کا بھی سبب بنا۔اس کالج میں زیر تعلیم انگریز طلباء کو ہندوستان کی مقامی زبانوں میں ایسی درسی کتابوں کی ضرورت تھی جو سادہ اور آسان الفاظ میں لکھی گئی ہوں۔اس مقصد کے پچاس کے قریب جنغیر مشہور مقامی افراد کو اچھے مشاہروں پر تعلیم دینے کے لیے رکھا گیا تھا انہیں سے فارسی اور سنسکرت کی کتابوں کے ترجمے کا بھی کام لیا گیا اور ان سے طبعزاد کتابیں بھی لکھوائی گئیں۔ چونکہ ہندوستان میں یہ کتابوں کی طباعت کا پہلا موقع تھا اس لیے یہ غیر مشہور افراد مشاہیر میں شمار ہونے لگے۔اس اقدام نے نہ صرف یہ کہ ہندوستانی زبانوں کی نثر کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا، بلکہ

ہندوستانی باشندوں میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی بھی راہ ہموار کی۔ فورٹ ولیم کالج سے باہر بھی مختلف کتابوں کے ترجمے ہوئے، جن میں انشاء اللہ خان انشاء کی تصنیف ''رانی کیتکی کی کہانی'' جو خاص طور سے ہندوستانی زبان میں ہے۔ فورٹ ولیم کالج کی خدمات بلاشبہ بہت زیادہ ہیں لیکن ایک بات ذہن میں رکھی جائے کہ فورٹ ولیم کالج کے قیام کا مقصد درحقیقت ہندوستانیوں کو تعلیم دینا نہ تھا۔ انگریز چونکہ اپنا اقتدار مضبوط کرنا چاہ رہے تھے اس لیے وہ آبادی کے ساتھ اچھے تعلقات بنانے کے خواہاں تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے انگریز افسروں کو جو ہندوستان میں تعینات تھے ان کو اردو سکھانے کا سوچا۔ اگرچہ ان کا مقصد مضموم تھا مگر زبان اردو کے لیے یہ عمل خیر بن گیا۔ اردو کی اتنی ترقی ہوئی کہ اپنے قدموں پر کھڑی ہو کے چلنے لگی۔ اس کے برعکس دہلی کالج کے قیام کا مقصد اردو کو فروغ دینا یا سیکھنا نہ تھا بلکہ دہلی کالج کا مقصد ہندوستانیوں کو انگریزی تعلیم سے روشناس کرانا تھا تاکہ وہ دنیا کے جدید علوم سے واقفیت حاصل کر سکیں اور دنیا کی ترقی میں معاون بن سکیں۔ ہندوستانیوں کو مغربی تعلیم دینے کے لیے ترجمے کیے گئے۔ مدرسہ غازی الدین حیدر کا قیام دہلی میں عمل میں لایا گیا۔ اس مدرسے کا قیام 1792ء میں عمل میں آیا۔ اس مدرسہ کی تعمیر میں کردار جس نے ادا کیا وہ نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ ثانی تھے۔ غازی الدین خاں نواب نظام الملک آصف جاہ کے فرزند ارجمند تھے۔ اس مدرسہ میں انگریزی تعلیم کے ساتھ مشرقی زبانوں کی تحصیل کا بھی انتظام کیا گیا۔ 1825ء میں اس مدرسہ کو کالج میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور اس کو دہلی کالج کا نام دیا گیا۔ جے۔ ایچ۔ ٹیلر ایک انگریز کو اس کا پہلا پرنسپل بنا دیا گیا۔ مختلف شعبہ جات کے سربراہوں کی تقرری عمل میں لائی گئی اور ساتھ ہی اساتذہ کا انتخاب بھی روبہ عمل ہوا۔ اساتذہ اور سربراہ کے طور پر مولوی صاحبان کا انتخاب کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت عربی اور فارسی میں تعلیم دی جارہی تھی اور وہ مولوی صاحبان تھے۔ لیکن جب انگریزوں نے اسے کالج کی شکل دی تو انگریزی پڑھانے کا اہتمام، جو کہ ان کے مقاصد میں سے ایک مقصد خاص بھی تھا، بھی کیا گیا۔

1829ء کی رپورٹ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس کالج کے لیے ایک ٹرسٹ قائم کیا گیا۔ اور ایک کثیر رقم جو کہ تقریباً ایک لاکھ ستر ہزار روپے تھی دی گئی۔ یہ رقم نواب اعتماد الدولہ سید فضل علی خاں بہادر وزیر بادشاہ اودھ نے عنایت کی۔ انگریزوں کی پالیسی کے باعث مشرقی زبانوں کی تحصیل کا وہ مقام اور مرتبہ قائم نہ رہا۔ ایک وقت تھا جب تمام علوم فارسی، عربی، سنسکرت یعنی ہندوستانی زبانوں میں پڑھائے جاتے تھے لیکن انگریزوں کی وجہ سے ان کا وہ مقام نہ رہا۔ ہر طرف انگریزی کا دور دورہ ہونے لگا۔ عربی اور فارسی کی اہمیت کم ہو کے رہ گئی۔ لیکن دہلی کالج وہ واحد کالج تھا جہاں مغربی علوم جدیدہ کی تعلم اردو میں دی جانے لگی۔ اگرچہ انگریزی پڑھانے کا انتظام

بھی تھا لیکن جدید علوم کو اردو میں پڑھانے سے لوگوں کی رغبت جدید علوم کی نسبت بڑھ گئی۔ ہیئت، فلاسفی، ریاضی اور تاریخ جیسے مضامین اردو میں پڑھائے جانے لگے۔ جب لوگوں کی توجہ جدید علوم کی طرف ہونے لگی تو مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ ان علوم کی کتب انگریزی میں تھی۔ طلبا ابھی تک اس قابل نہ تھے کہ وہ انگریزی میں مفہوم کی درست تفہیم کر سکتے۔ ضرورت اس بات کی پیدا ہوئی یہ ان کتابوں کے تراجم اردو میں کروائیں جائیں تاکہ طلبا کے لیے آسانی ہو جائے۔ ''اسکول بک سوسائٹی'' کے نام کا ایک ادارہ پہلے ہی اپنے طور پر کام کر رہا تھا۔ وہ بھی علوم جدیدہ کی کتب کو اردو میں تراجم کی صورت شائع کرتا تھا۔ انگریزی علوم سے استفادہ کر کے اردو میں کتب لکھنا اور چھاپنا سر دست ممکن نہ تھا۔ ایک تو انگریزی میں مہارت کی کمی اور دوسرا اردو کی نشو و نما ابھی اس قدر نہ تھی کہ وہ ما حصل کو اردو کے قالب میں ڈھال سکے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ ادارے اپنے طور پر علوم جدیدہ کو فروغ دینے کے لیے ان کتب کے تراجم چھاپتے تھے۔ 1835ء میں ''ایجوکیشنل کمیٹی'' قائم کی گئی تاکہ درسی اور نصاب کی کتابوں کے مسئلے کو حل کرے۔ اس نے ''دہلی ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی'' قائم کی۔ اس کا مقصد انگریزی کتب کا اردو میں ترجمہ کرنا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ نصابی ضرورت کی کتابوں کی فراہمی کرنا اور تراجم کے ذریعہ علوم جدیدہ کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرنا۔ ڈاکٹر خلیق انجم اپنے مضمون ''اردو ترجمے کا ارتقا'' میں ان مقاصد کا یوں ذکر کرتے ہیں:

'' 1۔ انجمن کا منشا ہے کہ انگریزی، سنسکرت، عربی، فارسی کے اعلیٰ درجے کی کتابیں اردو، بنگالی، ہندی میں ترجمہ کی جائیں اور سب سے اول دیسی زبان کی درسی کتابیں تیار کی جائیں۔

2۔ دیسی زبانوں کے مفید جدید تالیفات اور انگریزی، سنسکرت، عربی کی اعلا کتابوں کے ترجمے کے مسودے بہ شرح چھپے آنے تک یا ایک روپیا فی صفحہ خریدے جائیں گے۔ فارسی کتاب یا کسی دیسی زبان کا ترجمہ اس سے نصف شرح پر خریدا جائے گا۔

3۔ قاعدہ بالا کی رو سے جو ترجمہ انجمن خریدے گی اس کا حق تالیف انجمن کا ہی ہو گا۔

4۔ قاعدہ بالا کا اطلاق ملکی السنہ کی جدید تالیفات یا اعلیٰ کتاب کے ترجمہ پر نہ ہو گا۔

5۔ ترجموں کے مفید نہ ہونے کا فیصلہ انجمن کی مجلس انتظامیہ کرے گی اور سب سے اول وہ اپنا سرمایہ ان کتابوں کی طباعت پر صرف کرے گی جو نہایت ضروری ہے۔''(5)

ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے بڑی تفصیل سے ان قواعد کا بیان کیا ہے، جو انگریزی سے اردو میں ترجمہ کے لیے استعمال ہوں گے۔ جب سائنس کا کوئی ایسا لفظ آئے جس کا مترادف اردو میں نہ ہو مثلاً سوڈیم، پوٹاسیم، کلورین

وغیرہ تو ایسے لفظوں کو بجنسہ اردو میں لے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہی قاعدہ ایسے خطابات اور القابات کے بارے میں بھی مدنظر رکھا جائے گا جن کے مساوی خطابات والقابات ہندوستان کی تاریخ میں نہیں پائے جاتے۔ مثلاً بشپ ڈیوک ارل، کلکٹر وغیرہ۔ اگر لفظ مرکب ہے اور اردو میں اس کا مترادف نہیں، مگر الگ الگ لفظ کے مترادف اردو میں موجود ہیں تو یا ان دونوں لفظوں کو ملا کر یا کسی دوسرے مساوی مفہوم کے الفاظ میں ترجمہ کر لیا جائے۔ مولوی عبد الحق نے اپنی کتاب ''مرحوم دہلی کالج'' میں اس ادارے کی 128 ایسی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جو تراجم اور طبع زاد ہیں۔ مولوی عبد الحق لکھتے ہیں:

''اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اردو کو علمی زبان بنانے کی یہ پہلی سعی تھی جو خاص اصول اور قاعدے کے ساتھ عمل میں آئی'' ۔(6)

انگریزوں کی ذہنیت ایسی بن چکی تھی کہ مشرقی تعلیم کو بیکار خیال کرتے تھے۔ لارڈ آکلینڈ نے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ ان کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا جائے۔ مسٹر فیلکس بوترو نے مغربی علوم کو رائج کرنے کے لیے اردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا تھا۔ فیلکس بوترو نے اپنی نگرانی میں کتابوں کے تراجم کرائے۔ ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کے مجلس عاملہ میں فیلکس بوترو، دوار کا ناتھ ٹیگور، ٹامس مٹکاف، ولیم سان فرانسسکو، ا۔ ک۔ دیون شاہ اور چارلس گرانٹ شامل تھے۔ جن کتابوں کے تراجم ہوئے ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ تحریر اقلیدس مقالہ، اصول قانون، تاریخ ہند زمانہ قدیم سے تا زمانہ حال، اصول حکومت، اصول قوانین مال گزاری، اصول قوانین اقوام، تاریخ انگلستان، خلاصی تاریخ گولڈ سمتھ کا ترجمہ، الجبر ترجمہ برجز، علم مثلث وتراش ہائے مخروطی، عملی علم ہندسہ ''پریکٹیکل جیومیٹری'' ، اصول علم ہیئت ترجمہ علم ہیئت، ہرشل ابتدائی آٹھ، تاریخ اسلام، تاریخ یونان، تاریخ روما، رسالہ کیمسٹری ترجمہ پارکر، استعمال آلات ریاضی، اٹلس جغرافیہ، قواعد اردو، انتخاب الف لیلہ، شمسیہ منطق میں، قانون محمدی فوجداری ترجمہ کپتان میکنائن، اردو لغات، لیلاوتی حساب، رامائن، نل دمن، مہا بھارت انتخاب، تحلیلی علم ہندسہ، محاورات اردو، ترجمہ تزک تیموری، یوسف خان کی سیاحت۔ ''دہلی کالج تاریخ اور کارنامے از ڈاکٹر عبد الوہاب'' میں 128 کتب کی ایک فہرست مولوی عبد الحق کے حوالہ سے درج کر دی گئی ہے۔ ترجمہ نگاری میں دہلی کالج کا اپنا ایک الگ مقام ہے۔ نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ ثانی خلف نواب نظام الملک آصف جاہ نے 1792 ءیں کی تعمیر کرائی تھی۔ دہلی کالج ہندوستان کا واحد ادارہ تھا جہاں ریاضی، فلسفہ، معاشیات اور تاریخ جیسے علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔اس کالج ءیں ورنیکلر Society "Translation" قائم کی گئی۔ اس Society میں ترجموں اور جدید موضوعات پر کتابوں کی تالیف کے

ذریعے ہندوستان کی مختلف زبانوں میں کتابیں فراہم کی جاتیں۔اس Society کا قیام 1857ء میں عمل میں آیا۔اس Society کے تحت رامائن، مہابھارت، دھرم شاستر، شکنتلا، رگھوونسی وغیرہ اہم کتب کے ترجمے منظر عام پر آئے۔ورنیکلر سوسائٹی اس کالج کا سب سے اہم حصہ تھی۔اس سوسائٹی کی طرف سے کم سے کم ۱۲۸ کتب شائع ہوئیں۔اس کی خدمات فورٹ ولیم کالج سے کسی طرح کم نہیں، بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ دہلی کالج کے علمی کارنامے فورٹ ولیم کالج کے کاموں سے کہیں بڑھ کر ہیں۔فورٹ ولیم کالج میں زیادہ توجہ قصوں اور داستانوں پر رہی جب کہ دہلی کالج کا سارا زور علمی کتابوں پر تھا۔آگے چل کر سرسید کی "سائنٹیفک سوسائٹی" نے دہلی کالج کے اس علمی کام کو آگے بڑھایا۔

ماسٹر رام چندر کالج کے ایک اہم رکن تھے۔انھوں نے ٹیلر اور دیگر عیسائی مبلغین کی تبلیغ کے باعث عیسائیت قبول کرلی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگریزی تعلیم کے تبلیغی اثرات ہندوستان کے ذہنی مرکز تک پہنچ گئے تھے اور اب دلّی کالج کے ذریعے طلبہ میں بھی اپنا اثر نفوذ کر رہے تھے۔ثبوت کے طور پر مولوی نذیر احمد کا نام پیش کیا جاسکتا ہے جنھوں نے تشکیک اور الحاد سے عیسائیت تک کے ذہنی سفر میں کافی دور تک اپنے استاد ماسٹر رام چندر کا ساتھ دیا۔لیکن قرآن کی تعلیم کی وجہ سے عیسائیت قبول نہ کی۔

ماسٹر رام چندر نے اصولِ علم، مثلث بالجبر، علم ہندسہ بالجبر اور تراش ہائے مخروطی مرتب کیں۔تاریخ کو عالمی تناظر میں پرکھنے کے لیے تاریخ ہند، تاریخ اسلام، تاریخ ایران، تاریخ یونان وروما، تاریخ خاندان مغلیہ، تاریخ کشمیر، سوانح رنجیت سنگھ، تاریخ میسوری وغیرہ لکھی گئیں۔ادبی کتابوں میں کلیلہ ودمنہ، تذکرہ شعرائے ہند، تذکرہ ہندو شعرا، جامع الحکایات، تاج الملوک وبکاؤلی، بدر منیر، شکنتلا، سودا، درد، میر اور جرأت کے دواوین اور انتخاب الف لیلیٰ وغیرہ شایع ہوئیں۔اردو لغت اور قواعد کی کتابوں میں محاوراتِ اردو، چشمۂ فیض اور صرف ونحو انگریزی جیسی اہم کتابیں بھی شائع ہوئیں اور شاید اسی لیے ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے دلی کالج کو جدید سائنسی شعور اور ترجمہ کا اہم مرکز قرار دیا ہے۔

دہلی کالج میں ایک طرف تو جدید علوم کا تعارف کرایا جارہا تھا۔دوسری طرف انگریزی زبان میں سائنس، ادب، فلسفہ، اخلاقیات کے مضامین پر مبنی کتابوں کے تراجم کرائے جارہے تھے۔دہلی کالج اس لحاظ سے ہمیشہ کم نصیبی

کا شکار رہا کہ کوئی نہ کوئی مشکل، مصیبت، مسئلہ یا سانحہ اسے درپیش رہا۔ اخراجات کے لیے مالیات کے تقرر، عطیات، انگریز انتظامیہ کے آپس میں اختلافات، انگریزوں کے مقامی ہندی لوگوں سے اختلافات وغیرہ ایسے اُمور تھے جن کی وجہ سے اس کالج میں دارالترجمہ عثمانیہ کی طرح کا ارتقاء مشاہدہ یا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ دہلی کالج کے دو استادوں نے ہندو مت چھوڑ کر عیسائیت قبول کر لی اور پورے ہندوستان میں انگریزوں اور دہلی کالج کے خلاف بحرانی حالات پیدا ہو گئے۔ ماسٹر رام چندر اُردو میں سائنس پڑھاتے تھے اور لالہ چمن لال فرسٹ سب اسسٹنٹ سرجن دہلی تھے۔ انہوں نے عیسائی ہونے کا اعلان کیا اور انگریزوں کے ساتھ دہلی کالج کی بھی شامت آگئی۔ ایسی ایسی بربادیوں کے مناظر تاریخ کے صفحات پر مصور نظر آتے ہیں جن کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ ان سب حالات کے باوجود دہلی کالج میں ۱۸۳۵ء میں ایجوکیشنل کمیٹی قائم کی گئی۔ لیکن اس کے بعد ہی ایک اور تحریک اسی غرض سے علم کے بعض سچے شائقین اور دیسی زبانوں کے ہمدردوں کی سعی اور توجہ سے عمل میں آئی اور انجمن اشاعت علوم بذریعہ السنہ ملک Society for the Promotion of knowledge in India Through the Medium of Vernacular Languages قائم کی گئی۔ دہلی کالج میں ایجوکیشنل سوسائٹی اور دہلی ورنیکولر ٹرانسلیشن سوسائٹی نے انگریزی علوم کے اُردو تراجم کرائے۔ تراجم کے علاوہ تحقیق، تصنیف اور تالیف پر مبنی کتب مرتب کی گئیں۔ ان تراجم کی تفصیل درج ذیل فہرست میں موجود ہے

:-

-Wand's Analytical Geometry

-Young's Dynamicstand statics

-Webster's Hydrostslics

-Phelp's optics

-L.U.K's Heat

-L.U.K's Hydraulics

-L.U. K's Double Refractian and Polarization

-Trail's Physical Geography

-Rogett's Electricity

-Rogett'sCalvanism

-اصولِ قانون

-تاریخ ہند(زمانہ قدیم سے تازمانہ حال)

-اصولِ حکومت

-اصولِ قوانین مال گزاری

-اصولِ قوانین اقوام

-تاریخ انگلستان(خلاصہ تاریخ گولڈ سمتھ کا ترجمہ)

-الجبرا(ترجمہ برجز)

-علمِ مثلث وتراش ہائے مخروطی

- عملی علمِ ہندسہ(پریکٹیکل جیومیٹری)

-اصولِ علمِ ہیئت(ترجمہ علم ہیئت ہرشل ابتدائی آٹھ باب۔ علمِ ہیئت بونی کیسل بارھواں باب۔ تتمہ ازانسائیکلو پیڈیا برٹینیکا)

-تاریخ اسلام

-تاریخ یونان

-تاریخ روما

-رسالہ کیمسٹری(ترجمہ پارکر)

-استعمال آلاتِ ریاضی

-اٹلس(جغرافیہ)

- قواعدِ اردو

-انتخاب شعرائے اردو

-انتخاب الف لیلہ

-شمسیہ(منطق میں)

-سراجیہ (اسلامی قانونِ وراثت پر)

-ترجمہ گلستاں

- قانون محمدی فوج داری (ترجمہ کتاب میکناٹن)

-اردو لغت (یہ کتاب تیار ہوئی مگر چھپنے نہ پائی)

- قانون مال (ترجمہ مارشمین)

-لیلاوتی (حساب)

-راماین

-مہات بھارت (انتخاب)

-نل دمن

-دیوان سودا

-دیوان دردؔ

-دیوان میر تقی میرؔ

-دیوان جراتؔ

-نیچرل فلاسفی

-پولیٹیکل اکانومی (معاشیات۔ ترجمہ ویلنڈ)

-تحلیلی علم ہندسہ (Analytical Geometry)

-خلاصہ شاہ نامہ (اردو میں)

-مبادیات تفرقی احصاو تکمیلی احصا (Elements of the Differential and Integral Colculus)

-تاریخ ایران

-میکانیات (لارڈنر)

-نیچرل تھیالوجی (پیلے)

-تاریخ اکتشافِ بری وبحری

-محاوراتِ اُردو

-ترجمہ تزکِ تیموری

-ترجمہ (Smith's Moral Sentiments)

-یوسف خان کی سیاحت یورپ

-جغرافیہ قدیم کے نقشے

-اصول جبر و مقابلہ

-مختصر خاکہ تاریخ عالم (بریف سروے آف ہسٹری از مار شمین) دو جلد

-انتخاب پلوٹارکس لاؤز (مشاہیر یونان و روما)

-دھرم شاستر

-شرعِ اسلامی

-سکپ وتھ کا خلاصہ قانون فوج داری

-پرنسپ کا خلاصہ قانون ودیوانی

-مار شمین کا سول گائیڈ مع خلاصہ شرع اسلامی ودھرم شاستر

-ضابطہ مال گزاری (مار شمین)

-زلیخا

-بدرِ منیر

-لیلیٰ مجنوں

-حدائقہ البلاغہ

-شکنتلا

-سنسکرت اور انگریزی ڈرامے

-رگھو ونش (کالی داس کا ڈرامہ)

-تعلیم نامہ

-جامع الحکایات

-تاج الملوک وبکاؤلی

-اسسٹنٹ مجسٹریٹ گائیڈ

-تاریخ خاندان مغلیہ (تیمور کے زمانے سے شاہ عالم تک)

-فلسفہ (زیر ترجمہ) (Abererombie's Mental Philosophy)

-نگارستان (زیر ترجمہ)

-تاریخ چارلس دوازدہم (زیر ترجمہ)

-جغرافیہ طبعی (ترجمہ ٹریل)

-علم و عمل طب (عربی سے زیر ترجمہ)

-طبعی نباتیات (زیر ترجمہ)

-حفظان صحت (زیر ترجمہ)

-عضویات (علم افعال عضویات)(زیر ترجمہ)

-علم معدنیات

-تذکرہ حکماء

-مساحت (ترجمہ تھیوڈولک)

-چشمہ فیض (مختصر قواعد اردو)

-طبیعیات (ترجمہ ارناٹ)

-صرف ونحو انگریزی (اردو میں)

-عملی ساحت زمین

-Sextantکا ترجمہ۔

-ہندوستان کے پیداواری ذرائع (ترجمہ رایل)

-سوانح عمری رنجیت سنگھ

-رسالہ طب

-ترجمہ ابوالفدا (تین جلدوں میں)

-تاریخ کشمیر

-جغرافیہ ہند

-فرائدالدہر (تاریخ شعرائے عرب)

-تاریخ بنگال

-رسالہ مقناطیس (لائبریری آف یوسفل نالج کے رسالے کا ترجمہ)

-تذکرہ ہندو شعراء

-رسالہ جراحی (سرجری)

-حرکیات و سکونیات (Young's Dynamics & Statics)

-Webster's Hydrastalics کا ترجمہ

-علم المناظر (ترجمہ فلپ، Phelp)

-حرارت (لائبریری آف یوسفل نالج کے رسالے کا ترجمہ)

-ترجمہ Hydraulics

-ترجمہ Double refraction & Polarization of lights

-رسالہ علم برق (ترجمہ زاجسٹ)

-گالون ازم

-حکمائے یونان

-حالات ہندوستان ماخوذ انسائیکلوپیڈیا آف جو گریفی مرتبہ مرے

-ہدایت المبتدی

-مزید الاموال یا سلاح الاحوال (علم زراعت)

-رسالہ اصول حساب (ترجمہ ڈی مورگن)

-ترجمہ تاریخ الحکماء ترجمہ تذکرۃ المفسرین (جلال الدین سیوطی) تذکرۃ الفقہا خلاصہ وفیات اعیان ترجمہ تاریخ ابن خلکان

-تذکرہ شعرائے ہند

-رسالہ طب (انگریزی سے)

-تذکرۃ الکاملین

-سنن ترمذی (اردو ترجمہ)

-رسالہ ربون شاد راثبات وجود باری

-قصہ چہار درویش معروف باغ و بہار

-قصہ یوسف سلیمانی

-تذکرہ سکندر اعظم

-رسالہ احکام الایمان

-تاریخ مسعودی

-رسالہ مرایامناظر (برشل صاحب)

-تذکرہ سسرو

-مختصر قدوری

-تاریخ یمینی

-کلیلہ دمنہ

-احوالالمفسرین(عبدالرحمنسیوطی)

-تذکرہڈلموستینیز

-فوائد الافکار فی اعمال الفرجاء "(7)

مالک رام نے مولوی صاحب کی فہرست کو موضوعات کے لحاظ سے درجہ بندی کر کے نہ صرف اس کی افادیت کو بڑھادیا ہے بلکہ اس میں اہم اضافے بھی کیے ہیں۔ تین کتابوں کے ناموں کا بھی اضافہ کیااور اس کی تعداد ایک سو اکتیس تک بڑھادی۔

مالک رام کے کام کو آگے ڈاکٹر عبدالوہاب نے بڑھایا۔ان کی کتاب کا نام دلی کالج تاریخ اور کارنامے ہے۔یہ کتاب سندی مقالہ ہے۔اس کے پانچ ابواب ہیں۔پہلا باب تعلیمی نظام کا تاریخی پس منظر کا احاطہ کرتا ہے جس میں ہندو تعلیم، مسلم تعلیم، مشنری تعلیم،ڈین مشنری،ڈچ مشنری،فرانسیسی مشنری،پرتگالی مشنری، برٹش مشنری ،مشنری اور کمپنی جیسے موضوعات کے ساتھ ساتھ انیسویں صدی میں انگریزی تعلیم پر بحث کی گئی ہے۔دوسرے باب میں مدرسے سے دلی کالج تک کی تاریخ کو بیان کیا گیا ہے۔تیسرے باب میں دلی کالج سے ذاکر حسین کالج تک کے سفر کو بیان کیا گیا ہے۔چوتھے باب میں انٹرویوز اور پانچواں باب اختتامیہ پر مشتمل ہے۔

دیکھا جائے تو یہ تراجم تقریباً انھی موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں جن کے تراجم فورٹ ولیم کالج میں ہوئے تھے اور بعدازاں یہ جامعہ عثمانیہ کے تراجم میں بھی اسی سے ملتے جلتے ہیں۔بعد کے تراجم میں ادبی سے زیادہ علمی تراجم اور

خاص طور پر سائنس کی طرف زیادہ توجہ دی گئی۔علوم جدیدہ کی ابتدا میں یہی تراجم ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔اردو زبان کی تشکیل و ترقی میں اس کا

ایک اہم کردار ہے۔یہ الگ بات ہے کہ انگریزوں کے نزدیک اس کا سیاسی پہلو زیادہ تھا۔نوآبادیاتی تناظر میں یہ تراجم اس نصاب کا آغاز ہیں جو لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسی پر منتج ہوا۔اس کے علاوہ سرسید کی (Scientific Society)سائنٹیفک سوسائٹی اردو ترجمہ نگاری کے میدان میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔اس (Society)سوسائٹی کے ذریعے تاریخ، جغرافیہ، سائنس اور معاشیات جیسے اہم موضوعات پر درسی کتب اردو میں ترجمہ ہوئیں۔تاکہ تمام ہندوستانیوں کو مغربی Literature اور علوم سے واقف کرایا جاسکے۔

حوالہ جات

1۔قمر رئیس،ڈاکٹر: ترجمہ کا فن اور روایت (مرتبہ)،تاج پبلیشنگ ہاؤس،دہلی-جون 1976،ص 109

2۔مرزا حامد بیگ: ترجمے کا فن، کتابی دنیا، دہلی، ص 15

3۔عبیدہ بیگم،ڈاکٹر: فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات،نصرت پبلشرز لکھنؤ،انڈیا،1993ء،ص 318

4۔وحید قریشی،ڈکٹر: باغ و بہار۔ایک تجزیہ،نصرت پبلشرز،لکھنؤ،1982ء،ص 5

5۔خلیق انجم: فنِ ترجمہ نگاری، ثمر آفیسٹ پریس،دہلی،1996ء،ص 49

6۔عبدالحق،ڈاکٹر مولوی، مرحوم دہلی کالج، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، دوسرا ایڈیشن، ۱۹۴۵ء،ص ۱۳۹تا۱۴۵

7۔مالک رام، قدیم دلی کالج، دہلی: مکتبہ جامعہ بہ اشتراک قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی